

مشائخِ حِست اور حکومتِ وقت

باہمی رابطہ کا تجزیہ

ڈاکٹر اشتیاق احمد ظلی

تصوف کا مزاج شروع سے معاشرہ سے قطع علائق اور کنارہ کشی کا رہا ہے ترکِ دنیا جو شدت تا کبیدہ صوفیاء کرام کی تعلیمات میں پائی جاتی ہے اس کا نتیجہ فطری طور پر یہی نکلتا تھا۔ حکومتِ دنیا داری کی واضح ترین علامت اور مظہر رہی ہے چنانچہ امراءِ سلاطین اور دربارِ دایوانِ حکومت سے مکمل بے تعلقی تصوف کا بنیادی عنصر رہا ہے اور اس روش سے انحراف کو عام طور سے سخت ناپسندیدگی کی نگاہوں سے دیکھا گیا ہے۔ ہندوستان کے بعض سہروردی بزرگ جنہوں نے اپنے عہد کے مخصوص حالات اور مصالح کے پیش نظر حکومتِ وقت سے ایک گونہ تعلقات کی گنجائش رکھی تھی انہیں اپنے اس طرزِ عمل کے لئے ہدفِ تنقید بننا پڑا۔ حکمرانوں سے روابط کے ذریعہ حکومت کی پالیسیوں پر اثر انداز ہونا اور اس کو اصلاحِ احوال اور صالح اقدار کی ترویج و اشاعت کا ذریعہ بنانا عموماً صوفیاء کے لائقِ عمل میں شامل نہیں تھا ان کی مصلحانہ کوششیں صرف ان افراد تک محدود تھیں جو خود اپنی تہذیب کے لئے ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور ان سے وابستہ ہو جاتے تھے۔ معاشرہ کی اصلاح اور اس کو صحیح اسلامی خطوط پر چلانے کی خواہش اور کوشش کا سراغ ان کی حیات اور کارناموں میں نہیں ملتا۔ کم از کم یہی صورت حال ہمیں ہندوستان کے مشہور و معروف صوفی سلسلوں میں نظر آتی ہے۔ ممکن ہے اس طرزِ عمل کا اپنا ایک جواز اور اس کے اپنے مصالح رہے ہوں۔ مقصد اس روش پر تنقید کرنا نہیں ہے بلکہ محض ایک امر واقعہ کا اظہار ہے۔

ننگ دتیا اور حکومت وقت سے مکمل بے تعلق اور عدم اتصالات کی یہی روایت مشائخ چشت کو در ثنہ میں ملی تھی اور وہ اس سلسلے میں اکثر مبارکذ کی حد تک احتیاط سے کام لیتے تھے۔ امر اردو سلاطین سے رابطہ روحانی صحبت کے لئے ہم قابل تصور کیا جاتا تھا۔ چونکہ حکومت کامی اور انتظامی نظم و نسق تمام تر غیر اسلامی خطوط پر چلایا جاتا تھا اس لئے حکمرانوں کے مخالف اور نذرانے بھی قابل قبول نہ تھے۔ ایسی صورت حال میں ظاہر ہے حکومت سے کسی اور طرح کی وابستگی، ملازمت اور بار سے تعلق یا انعام میں زمین قبول کرنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ شیخ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ جب شیخ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کی ایک زمین کے سلسلہ میں سلطان شمس الدین التمش کے دربار میں تشریف لے گئے تو یہ امر خود سلطان کے لئے حیرت و مسرت کا باعث ہوا۔ اس کے علاوہ تعلق سلاطین کے عہد تک اس قسم کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ سلطان غیاث الدین تعلق کے عہد حکومت میں سلطان المشائخ شیخ نظام الدین اولیا سامع کے سلسلہ میں ایک مباحثہ میں شرکت کی غرض سے دربار میں تشریف لے گئے تھے۔ اس کے بعد سلطان محمد بن تعلق نے بہت سے چشتی بزرگوں کو دربار میں حاضر ہونے پر مجبور کیا۔ یہ حاضری مجبوری کی حاضری تھی اور اس میں اپنی پسند اور مرضی کا دخل نہیں تھا۔

سلطان المشائخ شیخ نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ اسی روایت کے وارث اور امین تھے اور اپنی پوری زندگی اس کی توسیع و ترویج میں کوشاں رہے۔ برصغیر میں تصوف کی چشتی روایت کو جو عظمت، رونق اور قبول عام ان کے زمانے میں حاصل ہوا اس کی مثال نہیں ملتی

۱۔ حکومت کے سلسلے میں چشتی موقف کے لئے ملاحظہ فرمائیے :-

K.A. Nizami, Some Aspects of Religion and Politics in India during the thirteenth Century. Delhi 1974 PP. 240-48

۲۔ میر خرد، سیر الاولیاء لاہور ۱۹۷۸ء ص ۶۲۔ ۳۔ سیر الاولیاء، ص ۵۲۹، ۵۳۵ سے مشائخ کے طور پر ملاحظہ فرمائیے سیر الاولیاء ص ۷۵۵، ۷۵۵، ۷۶۱، ۷۶۵، ۷۸۱، ۷۸۳۔

چشتی صوفی تعلیمات کا اعلیٰ ترین منظر خود ان کی ذات والاصفات تھی حکومت اور امر اور
 سلاطین کے متعلق ان کے نظریات بھی وہی تھے جو دوسرے چشتی مشائخ کے تھے اس سلسلے
 میں انھوں نے جس جرأت پامردی اور مستقل مزاجی کا ثبوت دیا وہ قابل رشک تھی سلطان
 جلال الدین خلجی کو یہ حسرت ہی رہی کہ کسی صورت میں شیخ کی خدمت میں حاضری کی سعادت سے
 بہرہ اندوز ہو سکتا۔ کچھ ایسی ہی روایت سلطان علاء الدین خلجی کے سلسلے میں بیان کی جاتی
 ہے کہ سلطان قطب الدین مبارک خلجی نے دربار میں شیخ کی حاضری کو اپنے وقار کا مسئلہ
 بنالیا تھا اور کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھا لیکن چشم فلک نے یہ منظر بھی دیکھا کہ ایک فقیر پورے نشین
 نے کس شان سے حکمران وقت کے سطوت و جبروت کے سامنے سر جھکانے سے انکار
 کر دیا اور انجام کار جیت اسی کی ہوئی۔ اس مسئلہ کا ایک پہلو اور بھی ہے جو خود سلاطین کی
 اپنی ذات سے متعلق تھا۔ سلاطین دہلی کی غالب اکثریت صوفیاء کرام سے عموماً اور مشائخ
 چشت سے خصوصاً بڑی عقیدت رکھتی تھی اور ہر صورت ان کی خدمت کی متمنی رہتی تھی
 سلطان قطب الدین خلجی اور سلطان محمد بن تغلق کے ممکنہ استثناء کے علاوہ تقریباً تمام ہی
 سلاطین دہلی نہ صرف یہ کہ ان کے معاملات میں کسی طرح کی بھی دخل اندازی سے احتراز کرتے
 تھے، اور انھیں اپنے انداز اور معیار کے مطابق زندگی گزارنے کی پوری آزادی دیتے
 تھے بلکہ ہر خدمت کے لئے مستعد اور کوشاں رہتے تھے عہد سلطنت میں صوفیاء کرام
 کو جو عزت و توقیر اور قبول عام حاصل ہوا اس میں حکومت وقت کے طرز عمل کا بھی بہت
 کچھ دخل تھا۔ یہ امر واقعہ ہے کہ عہدِ خلائی میں تصوف کو جو فروغ حاصل ہوا اور خالق ہوا
 اور لوگوں کو جو گرم بازاری نصیب ہوئی اس کی مثال ملنی مشکل ہے۔ یہ محض ارزانی کا کرتہ

سلسلہ سیر الاولیاء، ص ۱۲۵ ۱۲۴ - ۱۲۵

سلسلہ سیر الاولیاء، ص ۱۶۰ - ۱۶۱، حمید قلند، تیسرے المجلد، تصنیف خلیق احمد نظامی، علی گڑھ ص ۲۵۵،

تاریخ فرشتہ نول کشور، جلد اول، ص ۱۲۵، جلد دوم ص ۳۹۵

تعمیر و ترمیم خلیق احمد نظامی، تاریخ مشائخ چشت، دہلی ۱۹۵۸ء، ص ۲۸۹ - ۲۹۰، ۲۹۱ - ۲۹۲، ۲۵۹ - ۲۶۳

نہ تھا یہ بات عام طور پر تسلیم کی جاتی ہے کہ فیروز شاہ تغلق کا عہد از زانی میں عہدِ علانی سے کچھ پیچھے نہ تھا۔ خانقاہوں اور صوفیاء کی سرپرستی بھی تھی لیکن اسی عہد میں شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جس انداز میں عہدِ علانی میں تصوف کی گرم بازاری اور اپنے زمانے میں اس کے زوال اور زبوں حالی بلکہ کس میرسی کا ذکر فرماتے ہیں وہ خود اس کی واضح ترین دلیل ہے۔

سلاطین کی پیروی میں بہت سے امرا نے بھی تصوف اور صوفیہ میں گہری دلچسپی ظاہر کی اور ان کے ساتھ عقیدت مندی اور عزت و تکریم کا مظاہرہ کیا لیکن سلطان المشائخ شیخ نظام الدین اولیاءؒ سے پہلے کسی قابل ذکر تعداد میں امرا کے چشتی حلقہ ارادت میں شامل ہونے کے شواہد نہیں ملتے۔ اسی دور میں صورت حال میں غیر معمولی تبدیلی عمل میں آئی۔ اس عہد میں سلطان وقت سے ایک گونہ خصوصی مراسم استوار ہوئے اور امراء ایک بڑی تعداد میں چشتی سلسلے سے وابستہ ہو گئے۔ برصغیر میں تصوف کی تاریخ کا یہ ایک بڑا اہم موڑ ہے جو بڑے دور رس نتائج اور مضمرات کا حامل تھا اور اس کے عواقب اور اثرات بہت دنوں تک منحوس کئے گئے۔

شیخ نظام الدین اولیاءؒ جو بعد میں سلطان المشائخ اور محبوب الہی کے القاب سے جانے اور پہچانے گئے پہلے پہل سلطان جلال الدین خلجی کے عہد حکومت میں ان کی شہرت کا آوازہ بلند ہوا۔ مشہور ہے کہ سلطان نے شیخ کی شہرت سنی اور نئے کامیابی ہو لیکن شیخ اس کے لئے آمادہ نہ ہوئے اور یہ ملاقات ممکن نہ ہو سکی۔ شیخ اور ان کے متعلقین کی عسرت کا حال جان کر سلطان نے چند دیہات بغرض کفالت نذر کرنے چاہے لیکن شیخ کسی طور اس کے قبول کرنے پر آمادہ نہ ہوئے۔

سلطان علاء الدین کی تخت نشینی کے بعد شیخ نظام الدین اولیاءؒ اور حکومت وقت کے مابین تعلقات کے ایک نئے باب کا آغاز ہوتا ہے اور جماعت خانہ اور دربار میں تعاون اور مفاہمت کا ایک نیا دور شروع ہوتا ہے جس کی مثال مشائخِ چشت کی تاریخ میں مفقود ہے۔

سلطان علاء الدین کے ابتدائی دور کے بارے میں جب وہ ابھی اپنے آپ کو اچھی طرح مستحکم نہیں کر سکا تھا اور لجاؤ توں نیز دوسری مشکلات سے ہنوز نجات نہیں پاسکا تھا، ہمارے پاس مولانا ہاکانی ہیں اور یہ اندازہ لگانا ممکن نہیں ہے کہ اس دور میں شیخ اور سلطان کے تعلقات کی نوعیت کیا تھی۔ یہ بات بعید از امکان نہیں ہے کہ سلطان کے مشکلات کے زمانے میں شیخ نے کسی مرحلہ پر کسی طور اس کی کوئی اخلاقی مدد یا پشت پناہی کی ہو اور بعد میں جو عقیدت مندانہ طرز عمل سلطان نے شیخ کے سلسلہ میں اختیار کیا اس میں احسان شناسی کا عنصر بھی شامل رہا ہو۔ بہر حال یہ بات ظن و تخمین سے آگے نہیں بڑھتی۔

صوفی اور تاریخی مآخذ اس بات پر متفق ہیں کہ سلطان علاء الدین شیخ نظام الدین اولیاء سے گہری عقیدت رکھتا تھا اور اپنے اپنے میدان کے یہ دونوں اساطین ایک دوسرے کی شخصیت، صلاحیت اور کارناموں کے معترف تھے۔ اس باب میں بھی شک کی گنجائش کم ہے کہ دونوں ایک دوسرے کے معاملات اور حلقہ اثر میں ہر طرح کی مداخلت سے پرہیز کرتے تھے۔ اگر سلطان نے شیخ کے معاملات میں مداخلت سے احتراز کیا تو شیخ نے بھی کاروبار سیاست میں کبھی دلچسپی نہیں لی۔ مشائخ چشت کے طرز عمل سے عموماً اور شیخ کے طرز عمل سے خصوصاً سلطان کو مکمل طور پر یہ اطمینان ہو گیا تھا کہ وہ اس کے منہولوں اور پالیسیوں نیز اس کے طرز حکومت و جہاں بانی کے لئے نہ صرف یہ کہ کوئی نخطرہ نہ تھا بلکہ انہوں نے اس کی واضح طور پر غیر اسلامی پالیسیوں پر کبھی کبھی اظہارِ کفر نہیں کیا۔ کم از کم تصوف اور تاریخ کے مآخذ میں اس کی کوئی شہادت نہیں ملتی۔ برنی، سلطان کی بعض پالیسیوں کو انتہائی ظالمانہ اور انسانیت سے بعید تصور کرتے ہیں۔ لیکن اس سلسلہ میں کہیں بھی کوئی اشارہ شیخ کی ناپسندیدگی کا نہیں ملتا۔

۱۲۳۱-۱۲۳۲، سیرالاولیاء، ص ۱۲۳-۱۲۳

۱۲۳۶-۱۲۳۷، سیرالعراقین، اردو ترجمہ از ابو عبید قادیانی

ص ۹۹ و ۱۰۰، جلد دوم ص ۳۹

۱۲۳۸-۱۲۳۹، تاریخ فیروز شاہی ص ۳۳۸-۳۳۹

یہ بات اگرچہ کچھ عجیب اور ناقابل یقین معلوم ہوگی لیکن حقائق اور شواہد کی روشنی میں اس امر میں شبہ کی گنجائش کم ہی نظر آتی ہے کہ یہ دونوں غیر معمولی ہم عصر شخصیتیں ایک دوسرے کے حلقہ اثر میں اضافہ اور تقویت کے باعث تھے۔ سلطان علاء الدین کے سخت گیر قوانین جنہیں اس نے اپنے انتظامی اور سیاسی مصالح کے پیش نظر باغیانہ اور مجرمانہ رجحانات کے انسداد کے مقصد سے نافذ کیا تھا دلی میں خصوصاً اور دوسرے علاقوں میں عموماً ایک ایسی فضا قائم کرنے کا وسیلہ بنے جس میں صوفی اثرات اور تحریکات کی اشاعت اور مقبولیت کے وسیع تر امکانات مضر تھے۔ اسی طرح صوفی تحریکات کی کامیابی بالواسطہ طور پر حکومت وقت کی تقویت اور بے فکری کی باعث تھی ظاہر ہے کہ تصوف کی ترک دنیا اور اسی طرح کی منفی انداز پر یقین رکھنے والوں کی تعداد میں اضافہ حکومت وقت کے لئے کسی پریشانی کا باعث نہیں ہو سکتا تھا۔ کیونکہ عصری سیاسی حالات اور ان کے مطالبوں سے انھیں کوئی دلچسپی نہیں ہو سکتی تھی۔ سیاست کے ناپاک اور مادہ پرستانہ نظام سے انھیں کیا لینا دینا تھا۔ انھوں نے تو اپنے دلوں سے اس دنیا کی مایا کو کھرچ پھینکنے کا بیج غم کر رکھا تھا۔ یہ دنیا بے پلید تو اس لائق نہ تھی کہ اس پر اپنی صلاحیتوں کو ضائع کیا جاتا۔ نفس کشی، ترک دنیا، سیاست و مادیت سے کلی اجتناب اور ان جیسی باتوں پر یقین رکھنے والوں کی تعداد میں جتنا بھی اضافہ ہو جائے حکومت وقت کے لئے اتنا ہی طمیان اور دلچسپی کا باعث ہوگا اور اگر اس تا کہ دنیا گروہ کی سہمہ دیاں اور نیک خواہشات کسی طور حاصل کی جا سکیں تو عوامی سطح پر اس کا تاثر بہت خوشگوار ہوگا اور حکمران طبقہ کی مذہبیت اور مذہبی حلقوں کی قدر دانی کی بڑی اچھی تصویر عوام کے سامنے آئے گی۔

برنی اس بات پر حیرین ہے کہ سلطان علاء الدین خلجی جیسا اولوالعزم اور باغیرت بادشاہ شیخ نظام الدین اولیاء کی غیر معمولی مقبولیت اور وسیع حلقہ اثر کو کیوں کر برداشت کرتا تھا۔ حیرت کی بات دراصل یہ ہے کہ برنی جیسا صاحب نظر مورخ اس نکتہ کو نہ سمجھ سکا۔ غالباً وہ خود

۱۔ مشائخ چشت کی تاریخ فیروز شاہی ۲۸۳، ۲۹۵-۲۹۸، ۳۳۶، ۳۳۲-۳۳۳۔ ۲۔ کچھ اسی قسم کے تاثر کے لئے ملاحظہ کیجئے تاریخ فیروز شاہی، ص ۳۴۱-۳۴۶ ۳۔ تاریخ فیروز شاہی، ص ۳۲۲

ذاتی طور پر ان حالات میں اتنا الجھا ہوا تھا کہ صورت حال کی صحیح نوعیت اور واقعی اہمیت اس کی نظروں سے اوجھل رہی۔ کہنے کا مقصد یہ نہیں ہے کہ شیخ کے سلسلے میں سلطان کی ارادت اور عقیدت مندی کے دعوے محض زبانی اور دکھاوے کے تھے جہاں تک تاریخی شواہد کا تعلق ہے ان سے یہ بات واضح طور سے تشریح ہوتی ہے کہ سلطان کو شیخ سے گہری عقیدت تھی۔ یہ بات اب تقریباً ثابت ہو چکی ہے کہ اگرچہ ذاتی طور پر وہ مذہب کا کچھ زیادہ علم نہیں رکھتا تھا اور نہ ہی عبادت کا کچھ ایسا پابند تھا لیکن مذہب سے جذباتی وابستگی میں کمی نہ تھی بلکہ لیکن ساتھ ہی یہ بات بھی ذہن میں رکھنی چاہیے کہ سلطان علاء الدین خلجی ایک سچے حقیقت پسند بادشاہ تھا اور عصری سیاسیات پر اور اس پر اثر انداز ہونے والے عوامل پر اس کی گہری نگاہ تھی۔ ایسے بالغ نظر بادشاہ سے اس کی توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ اپنے ذاتی جذبات کو اپنی سیاسی بصیرت اور عصری سیاسی تقاضوں پر غالب ہونے کی اجازت دے سکتا ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں شبہ کی گنجائش کم ہی معلوم ہوتی ہے کہ یہ طرز عمل ایک باقاعدہ سوچی سمجھی اسکیم کا جزو تھا جس کے مختلف پہلوؤں پر اچھی طرح سوچی بچا کر لیا گیا تھا۔

اس پوری صورت حال کا نتیجہ یہ نکلا کہ علاء الدین خلجی نے چشتی سلسلے کی حمایت میں اپنا پورا وزن ڈال دیا۔ اس وقت جیسا کہ معلوم ہے چشتی سلسلے کے سربراہ حضرت شیخ نظام الدین اولیاء تھے شیخ سے عقیدت اور چشتی سلسلے کے باب میں حکومت کے موقف کے اعلان کے طور پر سلطان نے ایک غیر معمولی قدم اٹھایا۔ اس نے ولیعید سلطنت شانہادہ خضر خاں، شانہادہ شادی خاں اور دیگر شانہادوں کو شیخ کی خدمت میں بھیجا اور شیخ کے حلقہ ارادت میں داخل ہونے کی ہدایت کی۔ یہ پہلو سے ایک غیر معمولی اقدام تھا کہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ اقدام گویا سلسلے چشتیہ کو ایک طرح سے سرکاری سلسلے کی حیثیت دینے اور اس کو سرکاری سرپرستی میں لینے کے مترادف تھا اور حکومت

۱۔ تاریخ فیروز شاہی، ۲۹۵-۲۹۶-۳۳۹، نیز ملاحظہ کیجئے پروفیسر خلیق احمد نظامی، سلاطین دہلی کے مذہبی عبادت، ۱۹۵۸ء، دہلی، ص ۲۴۱-۲۵۰۔

۲۔ تاریخ فیروز شاہی، ۳۹۲، سیر الاولیاء، ص ۱۲۴، امیر خسرو، دول رانی خضر خاں، علی گڑھ، ص ۱۵ شیخ عبدالحق محدث دہلوی، اخبار الانبار، مطبع احمدی، ص ۶۸، تاریخ فرشتہ، جلد دوم، ص ۲۹۵۔

وقت کے سلسلہ میں مشائخ چشت کے طرز عمل کو ذہن میں رکھا جائے تو جس حکمت عملی سے علاؤ الدین نے اسے سرکاری مقاصد کی توسیع کے لئے استعمال کیا اس پر حیرت ہوتی ہے۔ اس دور میں تصوف کی عام مقبولیت، خانقاہوں اور لنگروں کی خوش حالی اور رونق اور پھر حکمران طبقے کی شیخ نظام الدین سے عقیدت اور قریبی روابط سے عوامی سطح پر حکمرانوں کی بڑی خوش گوئی اور تعظیم ابھر کر سامنے آئی۔ سلطان علاؤ الدین کی زیر سرکردگی حکومت وقت کا جبر و استبداد، ذاتی زندگی میں اسلامی تعلیمات سے انحراف اور بے تعلقی، عبادات کی عدم پابندی، مجرموں کو دی جانے والی سزاؤں میں نہ صرف شرعی حدود سے تجاوز بلکہ عام سلاطین اور حکمرانوں کی قائم کردہ روایات سے بھی تجاوز۔ عرض سلطان اور حکمران طبقے کی غیر اسلامی زندگی اور حکومت کی غیر اسلامی پالیسیوں کے باوجود سلطان کی شخصیت اور حکومت کا مجموعی تاثر عوام پر یہ ہے کہ ایک ہی نسل بعد عوام کے ذہن و دماغ میں اس کا تصور ایک ولی کی حیثیت سے جاگزیں ہو چکا تھا اور لوگ اپنی حاجت روائی کے لئے اس کی قبر پر دھاگے باندھتے تھے اور شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کی مجلس میں یہ ذکر تھا کہ لوگوں کی حاجتیں پوری بھی ہوتی تھیں۔

جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں کہ ولیعہد سلطنت اور دوسرے شاہزادوں کو شیخ کے حلقہ ارادت میں داخل ہونے کا حکم دے کر گویا سلطان نے اپنی عظیم اور طاقت ور حکومت کا پورا وزن چشتی سلسلہ کی پشت پناہی پر لگا دیا۔ امرار نے بھی اس اشارے کو سمجھ لیا اور غیر معمولی تعداد میں شیخ کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے۔ اس غیر معمولی صورت حال کا اندازہ کسی قدر اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ماخذ میں شیخ نظام الدین اولیاء کے جتنے مریدین کے نام محفوظ رہ گئے ہیں ان میں امرار اور عہدیداران حکومت کا مناسب قریب ۲۲ فیصد ہے۔ شاہزادوں، اراکین حکومت، امرار اور عہدیداران کی اس بڑی تعداد میں شیخ سے وابستہ ہونے کا ایک ظاہری اثر یہ ہوا کہ چشتی سلسلہ کی مقبولیت اور بہر دل عزیزی کی ایک عمومی فضا قائم ہو گئی۔ یہ بات ظاہر ہے کہ اس عہد میں چشتی سلسلہ کو جو غیر معمولی قبول عام حاصل ہوا وہ ایک حد تک حکومت کی پالیسی

۱۔ تاریخ فیروز شاہی، ص ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳،

کا بھی مرہون منت تھا۔ جہاں تک اس پالیسی کے سیاسی مضمرات کی بات ہے وہ کچھ ایسی بہت زیادہ دھکی چھپی بھی نہیں ہے کہ اسے سمجھنے کے لئے بہت زیادہ وقت و کٹ کر ضرورت ہو۔ جہاں تک تاریخی شواہد کا تعلق ہے اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ سلطان نے کبھی کوئی جانبدار اور زمین شیخ کو نذر کی ہو اس لئے یہ محض ایک نظریاتی لٹھی کا سلسلہ رہ جاتا ہے کہ اگر ایسی کوئی صورت حال پیش آتی ہوتی تو شیخ کا طرز عمل کیا ہوتا۔ سلطان جلال الدین کے سلسلہ میں شیخ کے طرز عمل سے اگر کوئی اشارہ ملتا ہے تو یہی خیال کیا جاسکتا ہے کہ اگر ایسی صورت پیش آتی تو شیخ کا طرز عمل ویسا ہی ہوتا۔ لیکن جہاں تک نقد نذرانوں کا تعلق ہے اس سلسلہ میں ہمیں شیخ کے طرز عمل میں واضح تبدیلی محسوس ہوتی ہے۔ غالباً ان بہت ہی خصوصی تعلقات کی وجہ سے جو اس عہد میں دربار اور چشتی جماعت خانہ کے درمیان قائم ہو گئے تھے اس باب میں خصوصی رعایت سے کام لیا گیا۔ شیخ نظام الدین اولیاء سے پہلے عام طور پر مشائخ چشت نے حکمرانوں کے عطیات کو شاذ و نادر ہی قبول کیا ہے لیکن شیخ نے بظاہر بغیر کسی تحفظ کے اس طرح کے نذرانے قبول کئے۔ کم از کم کسی طرح کے تحفظ یا تردد کی کوئی شہادت تاریخی اور صوفی ماخذ میں نہیں ملتی۔ سیرالاولیاء اور دوسرے ماخذ میں اس قسم کی متعدد مثالیں پائی جاتی ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ سلطان نے متعدد مواقع پر بڑے بڑے نذرانے شیخ کی خدمت میں بھیجے اور وہ قبول بھی کئے گئے ان ماخذ میں کوئی بھی ایسی مثال دستیاب نہیں ہے جب شیخ نے ایسا کوئی نذرانہ قبول نہ فرمایا ہو۔ اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ یہ رقم کن مصارف میں خرچ کی جاتی تھیں۔ اہم بات یہ ہے کہ اس طرح کے نذرانے بغیر کسی طرح کے تحفظ کے قبول کئے جاتے تھے۔ یہ چشتی سلسلہ کی جانی پہچانی روایات کے بالمقابل ایک بالکل نیا تجربہ تھا۔

شیخ کے اپنی ذات سے متعلق اخراجات تو برائے نام تھے البتہ جماعت خانہ اور اس سے متعلق امور کے انتظام کے لئے بڑے اہتمام کی ضرورت ہوتی تھی۔ صرف بادرچی خانہ کا

روزانہ کا خرچ علاوہ جنس کے دو ہزار تک تھا۔ مسافروں پر اخراجات اور تحائف و عطیات جو سہی آنے جانے والوں کو مسلسل دیئے جاتے رہتے تھے وہ بھی اس میں شامل نہ تھے۔ ان اخراجات کو پورا کرنے کے لئے وسیع مالی وسائل درکار تھے۔ یہ بات بھی ذہن میں رکھنی چاہئے کہ جنس یا نقدی کو جمع کر کے رکھنے کا رواج نہ تھا بلکہ ہر جگہ جو کچھ بھی ذخیرہ ہوتا تھا غریب و مساکین میں تقسیم کر دیا جاتا تھا۔ اس صورت میں روزانہ کی ضروریات اور دوسرے مصارف کے لئے اجناس اور نقدی کی مستقل ادائیگی غیر منقطع آمد کی ضرورت تھی۔ سلطان علاء الدین کے عہد کی عمومی ارزانی اور فرارخی نیز شیخ کی زیارت کے لئے آنے والوں کی کثرت تعداد کو ذہن میں رکھا جائے تو یہ بات قرین قیاس معلوم ہوتی ہے کہ جماعت خانہ کے اخراجات کا ایک معتد بہ حصہ ان عام زائرین کے نذرانوں سے پورا ہوتا ہوگا اس لئے کہ یہ دستور تھا کہ ہر آنے والا کچھ نہ کچھ نذر ضرور پیش کرنا تھا۔ لیکن یہ بات بھی بھولنی نہ چاہئے کہ ہر آنے والے

۱۰ سیر العارفین، اردو ترجمہ، ص ۱۰۱، فرشتہ، جلد دوم، ۲۹۵۔ فرشتہ (جلد دوم، ص ۳۹۵) کے بیان کے مطابق شیخ کے مطبخ میں روزانہ ۷۰ من تک استعمال ہوتا تھا۔ یہ یاد رہے کہ من سے مراد موجودہ من نہیں ہے۔ اس عہد کی ارزانی کے لئے ملاحظہ کیجئے تاریخ فیروز شاہی، ص ۳۱۲، ۳۱۵۔ ٹنکے برطانوی عہد کے روپیہ مساوی تھا البتہ اس میں چاندی کی مقدار کسی قدر زیادہ ہوتی تھی۔ ٹنکے کی قوت خرید کا اندازہ کرنے کے لئے چند مثالیں کافی ہوگی۔ ایک ٹنکے میں موجودہ زمانے کے سیر سے ۸۸ سیر گندم اور ۹۸ سیر چنا، گیہوں اور ماش خریداجا سکتا تھا۔ ایک غلام دس ٹنکے میں اور گوشت کے لئے استعمال کی جانے والی گائے ڈوڑھ سے دو ٹنکے میں خریدی جاسکتی تھی، عمدہ قسم کے باوبرداری کے جانور کی قیمت ہم ٹنکے تھی۔ مزید دیکھیے

Mohammad Habib & K. A. Nizami, A Comprehensive History of India vol. II P 379

۱۱ سیر العارفین، ص ۱۰۱، خواجہ الفوائد، لاہور، ص ۳۳۵۔ ۱۲ سیر الاولیاء، ص ۱۲۱۔ ۱۳ شیخ کی خدمت میں پہنچنے والے فتوح کی مقدار کا کسی قدر اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے جسے فرشتہ نقل کیا، کہ شیخ کی خدمت میں ایک تاجر حاضر ہوا اور شیخ صدر الدین عارف کا خط سفارش میں پیش کیا۔ اس تاجر کا سارا مال و اسباب لٹ گیا تھا۔ شیخ نے حکم دیا کہ چاشت کے وقت تک جو کچھ بھی آئے اسے دیدیا جائے۔ مزید دیکھیے

پریر، رقم ۱۲ ہزار تک نکلی۔ دیکھیے فرشتہ، جلد دوم، ۲۹۵۔ نیز دیکھیے ص ۳۹۳۔

کو کچھ نہ کچھ دیا بھی جاتا تھا۔ اس لئے عام زائرین کے نذرانوں سے اتنے بڑے کا رخصانے کا چلنا ممکن نہ تھا۔ اس کے لئے بڑی مقدار میں نقدی کی مستقل آمد کی ضرورت تھی اور یہ اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اتنے بڑے یا بڑے پرو مسائل کی فراہمی حکمراں طبقہ ہی کر سکتا تھا۔ بلاشبہ حبیب قطب الدین خلجی نے امراء کو شیخ کی خدمت میں حاضر ہونے سے روک دیا تھا تو بھی نہ صرف یہ کہ باورچی خانے کے اخراجات اپنی سطح پر قائم رکھے گئے بلکہ روایات کے مطابق ان کو دو گنا کر دیا گیا تھا۔^۱ لیکن کسی لمبی مدت تک طبقہ امراء کے نذرانوں کے بغیر اخراجات کا یہ معیار قائم نہیں رکھا جاسکتا جیسا کہ بعد میں نصیر الدین کے عہد میں یہ بات واضح طور پر سامنے آئی۔ شیخ نصیر الدین نے بڑے تاسف سے صوفیہ کے حال زار کا ذکر کیا ہے۔ اس سلسلہ میں وہ متعدد دنگروں کا ذکر کرتے ہیں جو اب بند ہو چکے ہیں اور بھر پوری حسرت سے سلطان علاء الدین کے عہد میں صوفیہ اور تصوف کی گرم بازاری کا ذکر کرتے ہیں۔^۲ حالانکہ تصوف میں سلطان فیروز شاہ کو غیر معمولی دلچسپی تھی اور جہاں تک ازرائی کا مسئلہ ہے تو اس سلسلہ میں فیروز شاہ کا عہد بھی یادگار ہے۔^۳ پھر تصوف کے اس زوال کا سبب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ حکمراں طبقے اور عہدیداران حکومت کا جو غیر معمولی رجحان سلطان کے طرز عمل کے نتیجے میں خصوصاً چشتی سلسلہ کی طرف ہو گیا تھا وہ اب باقی نہ رہا تھا اور نتیجے کے طور پر تصوف کی کساد بازاری کا ذکر عام ہے۔

ہم یہ دیکھ چکے ہیں کہ سلطان علاء الدین شیخ نظام الدین اولیا،^۴ سے گہری عقیدت کا اظہار کرتا تھا لیکن دونوں کی کبھی ملاقات نہ ہو سکی۔ چشتی روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ ایک مرتبہ سلطان نے ملاقات کی خواہش ظاہر کی لیکن شیخ نے اجازت نہ دی۔^۵ یہ طرز عمل مشائخ چشتیہ کے جانے پہچانے طریقہ کے عین مطابق تھا، لیکن بعض ایسے شواہد بھی موجود ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ بات صرف اتنی ہی نہیں ہے بلکہ اس داستان کے بعض پہلو اور کبھی ہیں جو عموماً نظر انداز کر دیئے جاتے ہیں کیونکہ وہ اس تصویر اور تصور سے مطابقت نہیں رکھتے جو چشتی سلسلہ کی اس بابا میں پیش کی جاتی رہی ہے۔^۶ میر خرد و صاحب سیر الادلایا اور درخ نصیر الدین برنی دونوں نے ہی

^۱ سیر الخیر الس، ۲۵۸، سیر العارضین، ۱۰۰-۱۰۱، سیر الخیر الس ص ۸۷-۸۸-۸۹، ۱۸۴-۱۸۵، ۲۴۰

^۲ سیر الخیر الس، ۲۵۸، سیر العارضین، ۱۰۰-۱۰۱، سیر الخیر الس ص ۸۷-۸۸-۸۹، ۱۸۴-۱۸۵، ۲۴۰

^۳ سیر الخیر الس، ۲۵۸، سیر العارضین، ۱۰۰-۱۰۱، سیر الخیر الس ص ۸۷-۸۸-۸۹، ۱۸۴-۱۸۵، ۲۴۰

^۴ سیر الادلایا، ۱۲۴-۱۲۵

اس بات پر شدید غم و غصہ کا اظہار کیا ہے اور اسے سلطان کی قسادت قلبی سے تعبیر کیا ہے کہ شیخ سے اتنے قرب مکانی کے باوجود کبھی اس کے دل میں شیخ سے ملاقات کا خیال نہ آیا جب کہ لوگ کر لے کو سوں سے کتنی ہی سعوتیں جھیل کر اس سعادت سے بہرہ اندرز ہونے کے لئے دیواندار چلے آتے تھے۔ سیر العارفین کے مصنف جامی لکھتے ہیں کہ دربار علانی کے ایک رکن کین اور شیخ کے فیض یافتہ قیرگی نے سلطان کے سامنے اس سلسلہ میں اپنی حیرت کا اظہار کیا کہ اتنی عقیدت کے باوجود اس نے کبھی شیخ سے ملاقات نہیں کی۔ جواب میں سلطان نے کہا کہ وہ اپنے آپ کو اس کا اہل نہیں پاتا۔ یہ اعتراف حقیقت تھا یا محض بات ملنے کا ایک طریقہ۔ جو کچھ بھی ہو یہ بات واضح طور پر ابھر کر سامنے آتی ہے کہ شیخ سے ملاقات نہ کرنے کا فیصلہ سلطان نے کیا تھا نہ کہ شیخ نے۔

برنی جب علاء الدین کو دیکھتا ہے جسے وہ جاہل، ظالم، غیر معقول اور بے عمل سمجھتا ہے اور پھر اس کے عہد کی غیر معمولی کامرانیوں، عظیم المثل خوش حالی اور عمومی امن و امان کی کیفیت دیکھتا ہے تو وہ حیرت زدہ رہ جاتا ہے۔ اسے علاء الدین کی شخصیت اور ان بے مثال کارناموں کے درمیان کوئی مطابقت نظر نہیں آتی۔ بالآخر اس کی توجیہ یہ کرتا ہے کہ دراصل یہ تمام تر کامیابیاں اور کامرانیوں اس عہد میں حضرت شیخ نظام الدین اولیاء کی مبارک ذات کی برکات و فیوض تھیں۔ یہ شخص شیخ کے ان پاس قدسہ کی برکت تھی کہ سلطان کے ظلم و جبر کے باوجود عام خوش حالی اور قارن البالی کا دور دورہ تھا اور ایسے غیر معقول کارنامے ممکن ہو سکے۔ جہاں تک اس عہد میں دین داری اور مذہبیت کی عام فضا کا تعلق تھا وہ بھی شیخ ہی کے دم قدم سے تھی۔ لیکن جب یہی مورخ علاء الدین کے بیٹے اور جانشین سلطان قطب الدین کے عہد حکومت کا ذکر کرتا ہے تو اس امر پر گہرے دکھ اور افسوس کا اظہار کرتا ہے کہ سلطان علاء الدین کی آنکھ بند ہوتے ہی اہلبیان دہلی قطب الدین کے زیر اثر سر سے پاؤں تک برائیوں میں غرق ہو گئے۔ یہ

۱۔ تاریخ فیروز شاہی ص ۳۶۶، سیرالاولیاء ص ۵۹۹، سیر العارفین اردو ترجمہ، ص ۱۰۱ نیز دیکھئے فریختہ جلد دوم ص ۲۹، تاریخ فیروز شاہی ص ۳۶۵-۳۶۶، ۳۲۱-۳۲۶، تاریخ فیروز شاہی ص ۳۲-۳۴۔
۲۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰

یاد دلانے کی چنداں ضرورت نہیں ہے کہ شیخ! بھی حیات تھے اور منصب ارشاد پر فائز۔ ان کا فیض عام ویسے ہی جاری و ساری تھا۔ اس پوری صورت حالات سے جو بات واضح ملے پرا بھر کر سامنے آئی ہے وہ یہ ہے کہ سیداری اور مذہبیت کی جو عام فضا عبد علانی میں پائی جاتی تھی اس میں بہت کچھ دخل سلطان کے سخت گیر قوانین اور تعزیرات کا تھا جس نے کھلے عام برائیوں کے ارتکاب کو تقریباً نامکن بنا دیا تھا اور جیسے ہی یہ دباؤ مٹا آبادی کا ایک معتدبہ حصہ اپنے پرانے رجحانات اور میلانات کی طرف لوٹ گیا۔ برنی عہد علانی کی کامیابیوں کو علاء الدین کے حق میں استدراج گردانتا ہے۔ لیکن شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کے ملفوظات سے سلطان کی جو تصویر ابھرتی ہے وہ ایک ولی کامل کی تصویر ہے۔

اس خصوصی رشتے سے جو غیبات پورا در در بار کے درمیان قائم ہو گیا تھا اور اس کے نتیجے میں چشتی سلسلہ کو جو سیاسی سرپرستی حاصل ہوئی اس سے ایک نو واضح فائدہ یہ ہوا کہ سلسلہ کی مخالفت کا زرد لوٹ گیا اور اس طرح دالستان سلسلہ کو یہ موقع ملا کہ پوری کمیونٹی اور لہجے سے اس کے حلقہ اثر کی توسیع کا کام کر سکیں۔ خود چشتی مآخذ سے اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ بعض حلقوں میں چشتیوں کے لئے خاصے سخت مخالفتانہ بلکہ محاندانہ جذبات پائے جاتے تھے۔ جو مسائل بالخصوص بنائے مخالفت تھے ان میں سماع کا مسئلہ خاصا اہم تھا اور بعض علماء اس کے تعلق سے چشتیوں پر سخت نکتہ چینی کرتے تھے۔ لیکن حکمران خاندان اور حکمران طبقے کی سرپرستی نے مخالفت کی اس باد تند و تیز کو کافی مدہم کر دیا اور ان کے لئے یہ ممکن ہو سکا کہ اپنے مشاغل کو کافی حد تک پرسکون ماحول میں جاری رکھ سکیں۔ مشائخ چشت کے سوا ننگار اور ممتاز چشتی اہل قلم امیر خورد نے بڑے واضح انداز میں اس کا اعتراف کیا ہے۔

سلطان علاء الدین اور چشتی سلسلہ کے خصوصی تعلقات کا ایک منظر یہ بھی ہے کہ

۱۔ تاریخ فیروز شاہی، ص ۳۲۵ ۲۔ خیر المجاہد، ص ۲۵۱-۲۵۳

۳۔ سیر اللادبیاء، ص ۵۲۶-۵۲۷

سلطان علاء الدین کا ذکر حقیقی مآخذ میں ہمیشہ ایسے انداز میں کیا جاتا ہے اور غالباً کسی مقام پر بھی اس کی شخصیت، کردار اور پالیسیوں پر کسی طرح کا کوئی نقد و تبصرہ نہیں پایا جاتا جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں حقیقی مآخذ نے سلطان کی جو تصویر آنے والی نسلوں کے لئے محفوظ کی ہے وہ ایک دلی کی تصویر ہے۔ لہٰذا برنی سلطان کا تذکرہ بہت تلخی سے کرتا ہے۔ وہ سلطان کے جہل، عبادت کی عدم پابندی اور اس کے ظالمانہ طریق کار کے بارے میں بہت سخت بیانات دیتا ہے۔ لیکن حقیقی مآخذ میں اس طرح کے کسی نقد کا کوئی سراغ نہیں ملتا۔ شیخ نظام الدین ادبیا کو حکمران خاندان اور حکمران طبقے میں غیر معمولی مقبولیت حاصل تھی اور اس حلقے میں ان کے اثرات غیر محدود تھے لیکن اس عہد کے تاریخی اور حقیقی مآخذ میں کوئی ایسی شہادت نہیں ملتی جس سے اس بات کا کچھ بھی اندازہ ہوتا ہو کہ شیخ نے کسی بھی مرحلے پر سلطان کی ذاتی اصلاح یا اس کی پالیسیوں پر اثر انداز ہونے کی کوشش کی ہو اور اپنے غیر معمولی اثرات کو اصلاح احوال کے لئے استعمال کیا ہو۔ لیکن شاید حکمرانوں کی اصلاح اور ان کی پالیسیوں پر اثر انداز ہونے کی کوشش، جس کا اثر بالواسطہ بے شمار بندگان خدا پر پڑتا، ان کے پروگرام میں شامل نہیں تھی۔ اس سے نہ تو انھیں دلچسپی تھی اور نہ اسے شاید وہ ضروری ہی سمجھتے تھے۔ اگر ملفوظات اور دوسرے حقیقی مآخذ کو خوب پڑھا جائے تو بین السطور میں سلطان کی پالیسیوں کی ایک طرح سے توثیق ہی ملتی ہے۔ ایک مصری عالم مولانا شمس الدین ترک جو منہرہ وستان میں علم حدیث کی اشاعت کے مقصد سے دہلی تشریف لارہے تھے، جب انھوں نے سنا کہ بادشاہ جمعہ نہیں پڑھتا اور جماعت میں حاضر نہیں ہوتا تو وہ ملتان سے واپس لوٹ گئے اگرچہ بعض دوسری خصوصیات کے لئے انھوں نے سلطان کی ستائش بھی کی۔ لہٰذا یہ بات کتنی حیرت انگیز ہے کہ ان

۱۔ خیر المجلد، ص ۲۲۳ - ۲۲۴، تاریخ فیروز شاہی، ص ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹

۲۔ تفصیلاً کے لئے ملاحظہ کیجئے تاریخ فیروز شاہی، ص ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، جس میں مولانا شمس الدین ترک کی

آمد اور واپسی ہوئی اسی سال سلطان نے بعض بہت بنیادی مسائل کے سلسلے میں تاملی مغیبت الدین سے بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

معاملات پر توجہ دینے کی ضرورت حضرت شیخؒ نے کبھی محسوس نہیں فرمائی۔

علاء الدین کا انتقال انتظامیہ اور اخلاق عامہ دونوں میں ڈھیل اور زوال کا پیش خیمہ ثابت ہوا۔ اس نے جو مضبوط اور موثر انتظامی ڈھانچہ برسوں کی کاوش کے بعد تیار کیا تھا وہ ایک دم ناکارہ ہو کر رہ گیا۔ مختلف اسباب کی کارفرمائی کے باعث ولی عہد سلطنت شاہزادہ خضر خاں کے بجائے قطب الدین مبارک خلجی سلطان بنا اور اس کی قائم کی ہوئی مثال کی پیروی کرتے ہوئے دہلی کی آبادی گناہ کی آلودگیوں میں ڈوب گئی۔ جیسا کہ ہم اوپر دیکھ چکے ہیں کہ اس وقت حضرت شیخؒ نہ صرف حیات تھے بلکہ اپنی مقبولیت کی آخری بلندیوں پر ردتق افزوئے تھے۔ لیکن سلطان علاء الدین کے انتقال سے دراصل وہ بند لوٹ گیا جو اس نے جرائم اور جاہلٹی برائیوں کے خلاف باندھ رکھا تھا۔ ان دونوں سلاطین کے عہد میں چشتی سلسلہ کی عمومی کارکردگی کا ایک تقابلی مطالعہ اس سیاسی سرپرستی کی صحیح نوعیت اور اہمیت کو روز روشن کی طرح اجاگر کرتا ہے جو علاء الدین کے عہد میں سلسلہ کو حاصل رہی۔

صرف یہی بات کہ معزول ولی عہد شاہزادہ خضر خاں شیخؒ کا مرید تھا، شیخؒ اور سلطان قطب الدین کے مابین غلط فہمی کا بیج بونے کے لئے کافی تھی اور اس صورت حال سے سلسلہ کے پرانے دشمنوں نے ضرور فائدہ اٹھایا ہوگا جو سلطان علاء الدین کے خوف سے اب تک خاموش تھے۔ لیکن یہ بات واضح رہے کہ غلط فہمیوں کے باوجود سلطان قطب الدین نے کم از کم ابتدا میں شیخؒ کے ساتھ کھلی دشمنی کا مظاہرہ نہیں کیا جیسا کہ سیرالاولیا کی محولہ بالا عبارت

سوالات کے۔ قاضی صاحب کا تعلق دربار سے تھا اس لئے صوفیہ کی عام اصطلاح میں وہ نہ صرف علماء ظاہر کے گروہ سے تعلق رکھتے تھے بلکہ علاء سو کے گروہ سے بھی۔ نجد کی نسلیں ضیاء الدین برنی کی مورخانہ بصیرت کی ممنون ہیں کہ اس نے اس پورے سوال کو جواب کو محفوظ کر دیا ہے۔ حق یہ ہے کہ جس جرات و صفائی سے قاضی صاحب سلطان وقت کے سامنے اظہارِ حق کیا ہے وہ علاء اسلام کی تابناک روایت کے عین مطابق ہے۔ تفصیلاً کے لئے ملاحظہ کیجئے تاریخ فیروز شاہی، ص ۲۸۹-۲۹۰ تا تاریخ فیروز شاہی، ص ۲۸۵-۲۸۶-۳۸۷-۳۸۸-۳۸۹

۳۹۵۔ ۳۹۶ تا تاریخ فیروز شاہی، ص ۲۸۵-۲۸۶-۳۸۷-۳۸۸-۳۸۹ سیرالاولیا، ص ۵۲۷-۵۲۸-۵۲۹

سے مترشح ہوتا ہے۔ ایک بنیادی چستی مآخذ میں اس انداز میں سلطان کا ذکر قابل غور ہے۔ غالباً اپنی حکومت کے آخری عہد میں چستی سلسلہ کے مخالفوں کے اس نے اور اپنی ذاتی غلط فہمیوں کے زیر اثر اس نے شیخ کے خلاف کسی قدر سخت رویہ ضرور اختیار کیا۔ لیکن یہ بات بھی فراموش نہ کرنی چاہئے کہ متعدد اہم اراکین حکومت جو شیخ کے حلقہ اثر و ارادت میں شامل تھے ان سے یہ مطالبہ نہیں کیا گیا کہ وہ شیخ سے قطع تعلق کر لیں اور نہ ہی حکومت میں ان کی حیثیت اور منصب پر کوئی اثر پڑا۔ اہم اراکین کو شیخ کی زیارت سے روکنے کا غالباً بنیادی مقصد فتوح کے بہاؤ کو روکنا تھا۔ جو اختلاف سلطان کے اس اصرار کی وجہ سے پیدا ہو گیا تھا کہ شیخ کم از کم ہر چاند رات کو دربار میں حاضر ہوں باوجود کوشش کے حل نہ ہو سکا۔ قبل اس کے کہ سلطان شیخ کے خلاف کچھ اقدامات کی ابتداء کرتا اس کو قتل کر دیا گیا۔ چستی مآخذ میں السطور اس قتل کے لئے سلطان کی شیخ سے دشمنی کو اس کا بنیادی سبب بتاتے ہیں۔ خود شیخ نے اس کا حل یہ نکالا کہ وہ اپنی والدہ کی قبر پر تشریف لے گئے اور سلطان کے رویہ کی شکایت کی اور کہا کہ اگر مہینہ کی پہلی تاریخ تک اس کا کچھ بند و بست نہ کیا گیا تو وہ پھر وہاں نہ آئیں گے! واضح رہے کہ اس طرح کی پریکٹیسوں کے وقت والدہ کے مزار پر حاضر ہی ان کا معمول تھا اور عموماً اس سے چستی مآخذ کی رائے میں مسائل حل ہو جایا کرتے تھے۔

۱۔ سیرالادویا ص ۵۲۶۔ ۵۳۷۔ سیرالادویا ص ۱۶۰۔ ۵۲۴۔ ۵۲۷۔ تاریخ فیروز شاہی
 ۲۔ ۲۶۶۔ تاریخ فیروز شاہی ص ۳۹۹، ۳۹۹، ۴۰۹۔ ۴۱۰، خیر المجلد ص ۲۵۸۔ سیرالعارفین، ص ۱۰۱
 ۳۔ فرشتہ، جلد دوم، ص ۳۹۵۔ شیخ کے جو مریدین قطب الدین خلجی کی حکومت میں نہایت اہم عہدوں پر فائز تھے ان میں ملک وحید الدین قریشی اور ملک قریبک خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ ملک قریبک کے بارے میں برنی لکھتا ہے کہ ۴۳ مناصب اس کے حوالہ تھے۔ ملاحظہ کیجئے تاریخ فیروز شاہی، ص ۳۷۹، ۳۹۹، سیرالعارفین ص ۱۰۳۔ سیرالادویا ص ۱۶۰۔ ۱۶۱، سیرالعارفین، ص ۱۰۰۔ ۱۰۵ نیز دیکھئے تاریخ فیروز شاہی ص ۳۹۹
 ۴۔ سیرالادویا ص ۱۶۰۔ ۱۶۱

خسرو خاں کے عہد حکومت اور اس کی نوعیت پر کسی مفصل گفتگو کا یہ موقع نہیں ہے۔ ہاں یہ بات دلچسپی سے خالی نہیں کہ شیخ کے دو مرید، ضیاء الدین برنی اور امیر خسرو، خسرو خاں کی حکومت پر سخت ترین تنقید کرتے ہیں اور اس کے خلاف اسلام کو دہلی سے پنجاب و بن سے اکھاڑ پھینکنے کی سازش کا سنگین الزام عائد کرتے ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ شیخ کے کئی مرید اس کی حکومت میں اہم عہدوں پر فائز رہے۔ اس سے بھی زیادہ اہم بات یہ ہے کہ شیخ نے خسرو خاں کا پانچ لاکھ ٹنکہ کا خطیر نذرانہ قبول فرمایا۔ جیسا کہ معلوم ہے مشائخِ نبشت عام حالات میں بھی حکمرانوں کے تحائف اور نذرانے قبول کرنے سے احتراز کرتے تھے لیکن یہ گراں قدر تحفہ نہایت غیر معمولی اور مشتبہ حالات میں قبول کیا گیا۔ اسباب و علل جو بھی رہے ہوں اس کا قبول کیا جانا ایک طرح سے خسرو خاں کی حکومت کو قبول کرنے کے مترادف تھا اور اسے ایک طرح سے اسے جواز عطا کرتا تھا ایک طرف تو یہ خسرو خاں کے لئے بہت تقویت کا باعث بنا ہو گا۔ دوسری طرف یہ شیخ کے ان مریدین اور وابستگان کے لئے مسجد اطمینان کا باعث ہوا ہو گا جو خسرو خاں کی حکومت میں مختلف عہدوں اور اعلیٰ مناصب پر فائز تھے۔ اگر اس سلسلہ میں ان کے ضمیر میں کچھ خاشدہ رہی ہوگی تو وہ دور ہو گئی ہوگی۔ یہ مسئلہ پھر بھی تشہہء جواب رہتا ہے کہ شیخ نے اپنے آپ کو ایک ایسی صورتہ حال میں الجھایا جس میں ان کے ادھر ایک طرف تو یہ شبہ کیا جاسکتا تھا کہ وہ ایک ایسے شخص کے حلیف بن گئے ہیں اور اسے اخلاقی مدد ہم پہونچا رہے ہیں جو خود ان کے نہایت عزیز مریدین کے بیان کے مطابق دشمن اسلام تھا نیز جس کی گردن پر چستی سلسلہ کے محن ملار الدین خلجی کے پورے خاندان کا خون تھا۔ خسرو خاں سے دلچسپی کا سبب کہیں یہ تو نہیں تھا کہ وہ سلطان قطب الدین خلجی کی حکمت کے اختتام کا ذریعہ بنا جو ظلم کھلا شیخ کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گیا تھا۔ تو فتح تو یہ تھی کہ سلطان قطب الدین سے مناقشہ کے پیش نظر حکومت سے تعلقات کے مسئلہ میں

۱۔ تاریخ فیروز شاہی ص ۲۱۱-۲۱۲، امیر خسرو، تخلق نامہ، تصحیح سید ہاشمی فرید آبادی، اورنگ آباد ۱۹۱۵ء

۲۔ ۵۷-۵۸، تاریخ فیروز شاہی، ص ۴۱، سیر العارفین، ص ۱۱۹، فرشتہ، جلد دوم ص ۲۹۷

کچھ زیادہ ہی احتیاط برتی جانے لگی۔ یا پھر اسی تلخ تجربہ نے انھیں غیر معمولی طور پر محتاط بنا دیا تھا اور انھوں نے نئے حکمران سے منازعت سے بچنا چاہا اس لئے کہ اس بات کا انھیں ذاتی تجربہ ہو چکا تھا کہ حکمران وقت سے مخالفت سلسلہ کے لئے مضر تھی اور اس سے اس کی ترویج و اشاعت پر ناخوشگوار اثرات مرتب ہوتے تھے قطب الدین خلجی کے عہد حکومت سے پہلے چشتی سلسلہ کو حکمرانوں کی مخالفت کا کوئی تجربہ نہ تھا اور غالباً اسی وجہ سے اسے زیادہ ہی شدت سے محسوس کیا گیا۔ اب تک انھیں حکمرانوں کی طرف سے عزت و احترام اور تعظیم و تکریم کا معاملہ ہی دیکھنے کو ملا تھا اور وہ اسی کے عادی ہو گئے تھے اور غالباً غیر شعوری طور پر اسے اپنا حق سمجھنے لگے تھے اور سبھی سے اسی کی توقع کرنے لگے تھے۔

یہی مخصوص ذہنی اور نفسیاتی کیفیت تعلق عہد میں سلسلہ کی پریشانیوں کا بنیادی سبب بنی حکمرانوں اور حکمران طبقے کی طرف سے مسلسل عزت و توقیر کا رویہ اور اس کے نتیجے میں ملنے والی سیاسی سرپرستی نے ان کے اندر سے مخالف ماحول میں کام کرنے اور اس سے مطابقت پذیری کی صلاحیت کو مضمحل کر دیا تھا۔ اس صورت حال کا ایک نتیجہ یہ نکلا کہ حکومت کے تعلق سے چشتی رویہ میں ایک بہت بنیادی تضاد پیدا ہو گیا۔ نظر بانی طور پر وہ حکومت سے کسی طرح کا بھی تعلق نامناسب خیال کرتے تھے اور اسے سالک کے لئے باعث مفرت تصور کرتے تھے لیکن اب عملاً صورت حال یہ ہو گئی تھی کہ مختلف اسباب کی بنا پر اپنی اس وسیع تنظیم کو چلانے اور اس کے لئے وسائل کی فراہمی کے سلسلہ میں حکومت پر ان کا انحصار بہت بڑھ گیا تھا۔ ایک طرف تو وہ سلاطین کو بھی خاتقاہ میں حاضری کی اجازت نہ دینے تھے اور دربار و ایوان حکومت سے کنارہ کشی کے معاملہ میں مبالغہ کی حد تک اصرار کرتے تھے، دوسری طرف ان کی خاتقاہ میں شاہزادوں، شہسپا خاندان کے افراد، امراء سلطنت اور عہدیداران حکومت کا اثر و ہام لگا رہتا تھا اور دوسرے مریدین مسلسل ان کے ریلٹ میں رہتے تھے۔ جب تک سیاسی سرپرستی حاصل رہی اس وقت تک یہ تضاد دہرا رہا لیکن جب حالات بدلے اور سیاسی سرپرستی مشکوک اور غیر یقینی ہوتی چلی گئی تو نئے نئے مسائل پیدا ہونے شروع ہو گئے۔ اور بالآخر جب یہ صورت حال باقی نہ رہی اور غیر مہرد

